ششماہی علوم القرآن، علی گڑھ ۶/۱ و ۲، جنوری۔ دسمبر ۱۹۹۱ء۔

ازواجِ مطہّرات کی تفسیری روایات

ایک تجزیاتی مطالعہ

محمد یٰسین مظہر صدیقی

(۲)

امام بخاری، امام احمد اور امام ترمذی تینوں نے سورۂ الفرقان کی تفسیر میں حضرت عائشہ یا کسی اور زوجہ مطہرہ سے کوئی روایت نقل نہیں کی ہے۔ اول الذکر دونوں ائمہ کرام کے ہاں سورۂ الشعراء میں بھی ان سے کوئی روایت نہیں لی گئی ہے مگر موخر الذکر نے سورۂ شعراء کی آیت کریمہ ۲۱۴: انذر عشیرتك الاقربین کی تفسیر میں حضرت عائشہ سے ایک حدیث نقل کی ہے۔ ام المومنین کا بیان ہے کہ جب یہ آیت کریمہ اتری تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے صفیہ بنت عبد المطلب! اے فاطمہ بنت محمدؐ! اے بنو عبد المطلب! میں اللہ سے تمہارے لیے کوئی اختیار نہیں رکھتا۔ البتہ تم مجھ سے میرے مال میں سے جو چاہو مانگ لو۔ (سلونی من مالی ماشئتم)۔ امام موصوف نے اس کو حدیث حسن صحیح قرار دیتے ہوئے اس کی اور کئی سندوں کا ذکر کیا ہے[۳۵]۔

اس کے بعد امام بخاری، امام احمد اور امام ترمذی تینوں نے سورۂ احزاب کی تفسیر تک تمام سورتوں میں کسی بھی ام المومنین سے کوئی روایت نہیں لی ہے۔ چنانچہ سورۂ نمل، سورۂ قصص، سورۂ عنکبوت، سورۂ روم، سورۂ لقمان اور سورہ سجدہ/ تنزیل سجدہ ان کی مرویات سے خالی ہیں۔ امام بخاری کے ہاں سورۂ احزاب کی جس پہلی آیت کی تفسیر حضرت عائشہ سے مروی ہے وہ آیت تخییر ہے یعنی آیت کریمہ ۲۸: قل لازواجك ان كنتن تردن الحيٰوة الدنيا الخ۔ حضرت ابو سلمہ بن عبد الرحمٰن کے حوالہ سے امام زہری نے یہ روایت بیان کی ہے کہ جب رسول اللہؐ

کو اس امر کا اختیار (تخییر) دیا گیا کہ آپ ازواجِ مطہرات کو اللہ و رسول اور دنیا کے درمیان کسی ایک کا انتخاب کر لینے کا حق دیں تو آپ نے حضرت عائشہ سے اس کا آغاز کیا اور ساتھ ہی مشورہ دیا کہ جلدی نہ کریں اور فیصلہ والدین سے مشورہ کے بعد ہی کریں۔ کیونکہ آپ جانتے تھے کہ ان کے والدین رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جدائی کا کبھی مشورہ نہ دیں گے۔ پھر آپ نے یہ آیاتِ کریمہ اَجراً عظیماً تک تلاوت کیں۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ میں نے (چھوٹتے ہی) کہا: کیا اس معاملہ میں والدین سے مشورہ کروں گی؟ میں بلا جھجک اللہ، اس کے رسول اور دارِ آخرت کو چاہتی اور منتخب کرتی ہوں۔ بعد میں آپ کی تمام ازواجِ مطہرات نے یہی انتخاب کیا امام بخاری نے اس حدیث کی کئی متابعات کا بھی حوالہ دیا ہے۔ امام بخاری نے حضرت عائشہ کی دوسری روایت آیت کریمہ ۵۱: ترجی من تشاء منھن وتؤوی الیک من تشاء الخ کی تفسیر میں ہشام بن عروہ اور ان کے واسطہ سے ان کے والد سے یہ نقل کی ہے: جو عورتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا نفس ہبہ کرتی تھیں مجھے ان پر بہت غیرت آتی تھی اور میں کہا کرتی تھی کیا کوئی عورت اپنی ذات کو ہبہ بھی کر سکتی ہے۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل کی تو میں نے آپ سے عرض کیا: میں دیکھتی ہوں کہ آپ کا رب آپ کی خواہش و پسند پوری کرنے میں جلدی کرتا ہے۔ اسی آیت کریمہ کے بارے میں حضرت عائشہ رضؓ کی ایک اور روایت عاصم احول کے ذریعہ معاذہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس آیت کے نزول کے بعد بھی ہم سے اپنی باری والی بیوی کے پاس جانے کی اجازت ضرور لیا کرتے تھے۔ راوی نے حضرت عائشہ رضؓ سے دریافت کیا: تب آپ کیا کہا کرتی تھیں؟ فرمایا: میں آپ سے عرض کیا کرتی تھی کہ اگر اس باب میں مجھے اختیار رہے تو اے اللہ کے رسول! میں آپ پر کسی اور کو ترجیح دینے کا ارادہ نہیں رکھتی۔ امام بخاری نے اس کی بھی ایک متابع روایت کا حوالہ آخرِ حدیث میں دیا ہے۔ امام ترمذی نے امام بخاری کی بیان کردہ آیتِ تخییر سے متعلق حدیثِ عائشہ تقریباً ان ہی الفاظ میں بیان کی ہے اور آخر میں اس کو حدیث صحیح قرار دے کر بعض دوسری اسناد کا بھی امام بخاری کی مانند حوالہ دیا ہے۔ امام ترمذی نے آیتِ ارجاء سے متعلق کوئی روایت نہیں بیان کی ہے۔ البتہ امام احمد بن حنبل نے حضرت جابر بن عبداللہ سے حضرت عائشہ اور

حضرت حفصہ کا مطالبۂ نفقہ اور تخییر اور حضرت عائشہ سے تخییر کے بارے میں امام بخاری کی اولین روایت مذکورہ بالا ضرور روایت کی ہیں۔ اور حضرت ام سلمہ کی سند پر آیت تطہیر کا ان کے گھر میں نازل ہونے کی روایت بھی نقل کی ہے۔ اسی کے ساتھ انھوں نے عورتوں کا ہبہ کرنے اور آپ کے ارجاء کرنے کے اختیار سے متعلق روایات بھی بیان کی ہیں[۳۶]۔

سورہ احزاب کی دو اور آیات کریمہ ۵۳: لاتدخلوا بیوت النبی الخ اور ۵۴: ان تبدوا شیئا او تخفوہ الخ کی تفسیر میں امام بخاری نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دو حدیثیں نقل کی ہیں۔ اول میں یہ ہے کہ آیتِ حجاب کا نزول اور پردہ کے احکام کے نفاذ کے بعد حضرت سودہ کسی ضرورت سے باہر نکلیں وہ قدرے جسیم تھیں جان پہچان والوں سے ان کا پوشیدہ رہنا ممکن نہ تھا۔ چنانچہ حضرت عمر نے ان کو نہ صرف پہچان لیا بلکہ ان کا اعلان بھی کر دیا۔ حضرت سودہ الٹے پاؤں واپس آئیں۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں رات کا کھانا کھا رہے تھے۔ آپ کو سارا واقعہ سنایا تو اسی وقت یہ آیت کریمہ نازل ہوئی جس نے عورتوں کو اپنی ضرورت سے باہر نکلنے کی اجازت دے دی۔ یہ ہشام بن عروہ کی روایت اپنے والد کی سند سے ہے۔ دوسری حدیث عائشہ جو عروہ سے زہری نے نقل کی ہے رضاعت کے اہم مسئلہ سے متعلق ہے۔ آیتِ حجاب کے نزول کے بعد ابوالقعیس کے بھائی حضرت افلح نے حضرت عائشہ کے گھر آنے کی اجازت مانگی مگر انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھے بغیر اجازت دینے سے انکار کر دیا کیونکہ "انھوں نے مجھے دودھ نہیں پلایا تھا بلکہ ابوالقعیس کی بیوی نے پلایا تھا۔ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب بتایا تو آپ نے فرمایا کہ تم نے اپنے چچا کو اجازت کیوں نہیں دی۔ ان کو اجازت دے دو کہ وہ تمہارے چچا ہیں"۔ عروہ کا بیان ہے کہ حضرت عائشہ کہا کرتی تھیں کہ نسب سے جو چیزیں حرام ہوتی ہیں ان کو رضاعت سے بھی حرام قرار دیا کرو[۳۷]۔

ترمذی میں حضرت عائشہ سے سورۂ احزاب کی دوسری آیت کی تفسیر مروی ہے وہ آیت کریمہ ۳۷: وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِیْٓ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاَنْعَمْتَ عَلَیْہِ الخ یعنی حضرت زید بن حارثہ اور حضرت زینب بنت جحش کی شادی، ان کے تعلقات کی خرابی وغیرہ سے

متعلق ہے اور بہت اہم روایت ہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وحی میں سے کسی چیز کو چھپانا ہی چاہتے تو اس آیت کو چھپاتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت زینب بنت جحش سے شادی کر لی تو لوگوں نے اعتراض کیا کہ آپ نے اپنے (متبنیٰ) بیٹے کی بیوی سے شادی کر لی ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نمبر۴۰ نازل کی: ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو (حضرت زید کو) بچپن میں متبنیٰ بنالیا تھا اور وہ بالغ ہونے تک زید بن محمد کہلاتے رہے۔ اس کے بعد حکم الٰہی اترا (آیت ۵) ادعوھم لآبائھم ـ فاخوانکم فی الدین ومو الیکم الخ۔ امام ترمذی نے اس کی بعض سندیں بھی بیان کی ہیں۔ اور اس کو حدیث حسن صحیح قرار دیا ہے۔ امام ترمذی نے اس واقعہ سے متعلق اور بھی بعض مختصر روایات مختلف اسناد سے نقل کی ہیں۔ امام احمد بن حنبل نے امام بخاری کی روایت کردہ حضرت عائشہ کی روایت مختصراً نقل کی ہے اور بتایا ہے کہ اس موقع پر واذ تقول سے لے کر وکان امر اللہ مفعولا تک آیات اتریں۔ اگرچہ امام بخاری نے اس سند سے یہ روایت نہیں دی مگر دوسری اسناد سے پورا واقعہ مفصل بیان کیا ہے[۳۸] حضرت زینب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شادی، اس کی خوشی میں دعوتِ ولیمہ نبوی، پردہ کی آیات کے نزول سے متعلق دوسری روایات امام بخاری اور امام ترمذی وغیرہ کے ہاں حضرت عائشہ یا دوسری ام المومنین کی سند کے سوا مذکور ہیں تاہم ان کا حوالہ یہاں دینا اس لیے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ وہ ازواجِ مطہرات کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حسنِ معاشرت کا ایک پہلو ہی نہیں پیش کرتے بلکہ بعض اہم آیاتِ قرآنی کی تفسیر و تشریح بھی بیان کرتی ہیں۔ ان کا ذکر کسی اور جگہ مفصل آئے گا۔ امام احمد اور امام ترمذی کے ہاں سورۂ احزاب سے متعلق آخری تفسیرِ عائشہ بہت اہم ہے۔ ام المومنین کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے وفات سے قبل تمام عورتیں حلال کر دی گئی تھیں۔ امام ترمذی نے اس کو حدیث حسن صحیح قرار دیا ہے۔ دراصل علماء کرام اور مفسرین عظام کے درمیان یہ مسئلہ مختلف فیہ رہا ہے۔ صحابۂ کرام میں سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا خیال تھا کہ سورۂ احزاب کی آیت کریمہ ۵۲: لا یحل لک النساء من بعد، دوسرے حکم الٰہی (آیت ۵۰) سے منسوخ ہو گئی تھی جبکہ حضرت انس

وغیرہ کا خیال تھا کہ موجودہ ازواجِ مطہراتؓ کے سوا اور تمام عورتیں آپ پر آخری عمر تک حرام ہی رہیں۔ بعد کے علماء کے درمیان بھی اس مسئلہ پر اختلاف ہے۔ امام بخاری نے کتاب المغازی اور امام مسلم نے کتاب التفسیر میں حضرت عائشہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ آیت کریمہ ۱۰: اِذجاءکم من فوقکم ومن اسفل منکم واذ زاغت الابصار کا تعلق جنگ خندق سے تھا اور یہی حال زار سچ مچ مسلمانوں کا اس زمانے میں تھا۔[۳۹]

سورۂ سبا، سورۂ فاطر، سورۂ یٰس، سورۂ صافات، سورۂ ص، سورۂ زمر، سورۂ مومن، سورۂ حم سجدہ، سورہ شوریٰ، سورۂ زخرف، سورۂ دخان، سورۂ جاثیہ اور سورۂ احقاف تک کسی میں بھی امام بخاری کے ہاں کسی بھی ام المومنین سے کوئی تفسیر مروی نہیں ہے لیکن سورۂ احقاف کی آیت کریمہ ۱۷: والذی قال لوالدیہ اف لکما الخ کے بارے میں حضرت عائشہ صدیقہؓ کا ایک قول دوسروں سے اور ایک تفسیر ان سے خود ضرور مروی ہے۔ یوسف بن ماہک کی روایت ہے کہ حضرت مروان بن حکم نے بطور امیر مدینہ خطبہ دیا اور اس میں یزید بن معاویہ کا ذکر کیا تاکہ لوگ ان کے والد ماجد کے بعد ان کی بیعت کرلیں۔ اس پر عبدالرحمٰن بن ابی بکر نے اس سے کچھ کہہ دیا (فقال لہ شیئا)۔ مروان نے کہا کہ ان کو پکڑ دو۔ وہ حضرت عائشہ کے گھر میں داخل ہوگئے لہٰذا وہ ان پر قابو نہ پا سکے۔ مروان نے کہا کہ یہی وہ شخص ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے مذکورہ بالا آیت نازل کی ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پردہ کے پیچھے سے فرمایا: سوائے میرے عذر/ برارت کے اللہ تعالیٰ نے ہمارے بارے میں قرآن میں اور کچھ نازل نہیں فرمایا۔[۴۰] خود حضرت عائشہ صدیقہؓ سے جو تفسیر مروی ہے وہ آیت کریمہ ۲۴: فلما رأوہ عارضا مستقبل اودیتھم کی ہے۔ سلیمان بن یسار نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح کبھی ہنستے ہوئے نہیں دیکھا کہ آپ کے حلق کے کوے (لھوانہ) کو دیکھ لیتی کیونکہ آپ صرف تبسم فرماتے تھے۔ اور آپ جب بادل یا ہوا کو تیز چلتے دیکھتے تو آپ کے چہرۂ مبارک پر پریشانی کے آثار پیدا ہو جاتے۔ حضرت عائشہؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! لوگ جب بادل دیکھتے ہیں تو اس بات سے خوش ہوتے ہیں کہ اس میں بارش ہوگی اور میں دیکھتی ہوں کہ ان کو دیکھ کر آپ کے چہرے پر کراہیت پیدا ہو جاتی ہے۔ فرمایا: عائشہ: مجھے خوف ہوتا ہے کہ اس میں عذاب نہ ہو۔ ایک قوم کو تیز ہوا

(ریح) سے عذاب دیا گیا اور جب قوم نے عذاب کو دیکھا تو کہا: یہ بادل ہے جو ہم پر بارش برسائے گا۔[۱۴۲] امام احمد بن حنبل اور امام ترمذی نے بھی سورۂ احقاف تک مذکورہ بالا سورتوں میں کسی بھی ام المومنین سے کوئی تفسیری روایت نقل نہیں کی ہے اور دلچسپ بات ہے کہ انھوں نے بھی چند الفاظ کے اختلاف کے ساتھ حضرت عائشہ کی بادلوں کے بارے میں وہی حدیث نقل کی ہے جو امام بخاری کے ہاں ہے۔ ترمذی میں بس فرق یہ ہے کہ جب آپ بدلی (مخیلۃ) دیکھتے تو اندر آتے اور باہر جاتے اور جب بارش ہو جاتی تو آپ کی پریشانی دور ہو جاتی۔ حضرت عائشہ کے استفسار پر آپ نے فرمایا: مجھے خدشہ ہوتا ہے کہ کہیں اللہ کے اس قول کے مانند معاملہ نہ ہو اور آپ نے آیت مذکورہ پڑھ دی۔ امام موصوف نے اس کو حدیث حسن قرار دیا۔[۱۴۲]

امام احمد، امام بخاری اور امام ترمذی میں سے کسی نے بھی سورۂ محمد کی تفسیر میں کوئی روایت ازواجِ مطہرات سے نہیں نقل کی ہے۔ البتہ اس کے بعد کی سورۂ الفتح میں امام بخاری نے حضرت عائشہ کی ایک روایت بیان کی ہے۔ ابوالاسود نے عروہ کی سند پر حضرت عائشہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات میں اس درجہ قیام فرماتے اور نمازیں اتنی زیادہ پڑھتے تھے کہ آپ کے دونوں پیر سوج جاتے تھے (کان یقوم من اللیل حتی تتفطر قدماہ)۔ حضرت عائشہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ ایسا کیوں کرتے ہیں۔ اللہ نے تو آپ کے تمام اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیئے ہیں؟ فرمایا: کیا میں یہ پسند نہ کروں کہ میں ایک شکر گزار بندہ ہوں۔ پھر جب آپ پر گوشت چڑھ گیا تو بیٹھ کر نماز (شب) ادا کرتے، جب رکوع کرنے کا ارادہ کرتے تو کھڑے ہو جاتے، قرآن پڑھتے اور پھر رکوع کرتے۔[۱۴۳] غالباً اس کا تعلق سورہ کی آیت ۲ سے ہے۔

امام احمد اور امام ترمذی نے سورۂ فتح میں کوئی تفسیر کسی ام المومنین سے روایت نہیں کی ہے اور اس کے بعد کی کئی سورتوں میں بھی انھوں نے امام بخاری کے ساتھ ساتھ سورۂ حجرات، سورۂ ق اور سورۂ ذاریات کی تفسیر میں بھی ان سے کوئی تفسیری روایت نہیں نقل کی ہے۔ امام بخاری نے البتہ سورۂ طور کی تفسیر میں عروہ کے واسطے سے زینب بنت ابی سلمہ کی سند پر حضرت ام المومنین ام سلمہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ میں بیمار ہوں۔ آپ نے فرمایا: لوگوں کے پیچھے سوار ہو کر طواف کر لو۔ میں نے طواف کیا اور اس وقت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ کے ایک گوشہ کی طرف نماز میں سورۂ طور (والطور وکتاب مسطور) پڑھ رہے تھے۔[۲۹] امام بخاری نے سورہ النجم کی تفسیر میں مسروق کی سند پر حضرت عائشہ کی وہ تفسیری روایت بیان کی ہے جس میں یہ کہا گیا تھا کہ تین باتیں ایسی ہیں جو کوئی کہے تو وہ اللہ تعالیٰ پر بہتان عظیم باندھے گا۔ وہ یہ ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا، یا آپ کو علم غیب تھا، یا آپ نے وحی میں سے کوئی بات چھپالی۔ اوپر ذکر آچکا ہے کہ امام ترمذی نے یہ حدیث الفاظ کے معمولی اختلاف کے ساتھ سورہ الانعام کی آیت کریمہ ۱۰۳: لاتدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار کی تفسیر میں بیان کی ہیں جبکہ امام احمد بن حنبل نے سورہ النجم کی اس آیت کریمہ کو حضرت عائشہ سے مختصراً یوں نقل کیا ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا اس امت میں اول شخص تھیں جنھوں نے ان دونوں آیات (ولقد رآہ بالافق المبین اور ولقد رآہ نزلۃ اخری) کے بارے میں آپ سے پوچھا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ وہ جبریل تھے جن کو ان کی اصل خلقی صورت میں آپ نے صرف دو بار دیکھا تھا کہ وہ آسمان سے اترتے ہوئے پورے افق کو گھیرے ہوئے تھے۔ یہ تفسیری روایت بہت اہم ہے۔ بیشتر صحابہ کرام جیسے حضرات عبداللہ بن مسعود وغیرہ نے جن کا ذکر امام بخاری نے کیا ہے اسی کے قائل تھے کہ آپ نے دو بار حضرت جبریل علیہ السلام کو دیکھا تھا اور اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھا تھا۔ لیکن امام ترمذی کی ایک روایت کے مطابق حضرت عبداللہ بن عباس کا خیال ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا تھا (قال ابن عباس: قد رآہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم)۔ امام موصوف نے اس کو حدیث حسن قرار دیا ہے۔ حضرت ابن عباس کی ایک اور حدیث حسن ترمذی میں ہے "جس میں "ماکذب الفؤاد مارای" کی تفسیر میں ان سے مروی ہے کہ آپ نے اللہ کو اپنے دل سے دیکھا تھا۔ جبکہ عبداللہ بن شقیق کی سند پر مروی حدیث ابی ذر میں ہے کہ راوی نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے خود اس باب میں پوچھا تھا اور آپ نے فرمایا تھا: وہ تو ایک نور ہے میں اسے کہاں دیکھ سکتا ہوں۔ اس باب میں تین نقطہ ہائے نظر سامنے آتے ہیں۔ اول یہ کہ آپ نے اللہ کو چشمِ قلب دیکھا۔ یہ نقطۂ نظر حضرات ابن عباس، ابوذر غفاری اور ابراہیم تیمی کا ہے، دوم یہ کہ آپ نے چشمِ سر مشاہدہ کیا یہ ایک جماعت مفسرین کا خیال ہے جس میں حضرات انس، عکرمہ اور ربیع شامل ہیں اور ایک قول میں حسن بصری کا بھی یہی مذہب ہے۔ سوم

آپ نے اللہ کو نہیں دیکھا یہ حضرت عائشہ اور بیشتر صحابہ کا قول ہے۔ امام احمد بن حنبل نے آیت کریمہ وھو بالافق المبین کے ضمن میں ایک روایت ام المومنین سے نقل کی ہے [۲۵]۔

سورۂ نجم کی آیت کریمہ ۲۰: ومناۃ الثالثۃ الاخریٰ کی تفسیر میں بھی حضرت عائشہ رض کی ایک روایت امام بخاری نے زہری اور عروہ بن زبیر کے حوالہ سے نقل کی ہے اور وہ صفا و مروہ کے درمیان طواف نہ کرنے والے انصار اور غسان سے متعلق ہے جو مشلل میں واقع اپنے قومی بت مناۃ سے احرام باندھا کرتے تھے اور اس کے اعزاز میں صفا و مروہ کا طواف کرنا باعث ننگ صنم سمجھتے تھے۔ اس کا ذکر سورۂ بقرہ کی مذکورہ بالا آیت کریمہ میں آچکا ہے [۲۶]۔ امام ترمذی نے اس سورہ میں ام المومنین سے کوئی روایت نقل نہیں کی ہے نہ اس کا حوالہ دیا ہے۔ سورۂ قمر کی آیت کریمہ ۴۵: سیھزم الجمع ویولون الدبر کی تفسیر میں امام بخاری نے حضرت عائشہ کی ایک روایت یوسف بن ماہک کی سند پر یہ بیان کی ہے کہ جب یہ آیت کریمہ مکہ مکرمہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی تو میں ایک نوعمر لڑکی تھی اور کھیلا کرتی تھی [۲۷]۔

اس کے بعد سورۂ رحمٰن، سورۂ واقعہ، سورۂ حدید، سورۂ مجادلہ اور سورۂ حشر کی تفسیر میں کسی بھی ام المومنین سے کوئی روایت نہ تو امام بخاری کی جامع صحیح کی کتاب التفسیر میں ہے اور نہ ہی امام ترمذی کے ابواب تفسیر القرآن کے کسی باب میں ہے۔ البتہ امام احمد بن حنبل نے سورۂ رحمٰن کی آیت کریمہ ۳۹: فیومئذ لایسئل عن ذنبہ انس ولاجان اور آیت کریمہ ۴۱ یعرف المجرمون بسیماھم کے بارے میں حضرت عائشہ کی یہ حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کی مغفرت کی جائے گی اس سے قیامت کے دن حساب نہیں لیا جائے گا اور مسلمان اپنی قبر میں اپنا عمل دیکھے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اور اس کے بعد مذکورہ بالا دونوں آیات کریمہ آپ نے تلاوت فرمائیں۔ شارح نے عروہ کی اس روایت کو غریب کہا ہے۔

اور سورۂ مجادلہ کی آیت مجادلہ کی تفسیر میں حضرت عائشہ سے ایک اور حدیث امام احمد بن حنبل نے نقل کی ہے۔ فرماتی ہیں: اللہ تعالیٰ کے لیے تمام تعریف ہے جس کی سماعت تمام آوازوں پر حاوی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جدال کرنے والی (مجادلہ) عورت جو ان کی اپنی روایت کے مطابق حضرت خولہ بنت ثعلبہ تھیں آپ کے پاس آئی اور آپ سے باتیں کرنے لگی اس وقت

میں گھر کے کونے میں تھی اور جو کچھ وہ کہہ رہی تھی میں نہیں سن رہی تھی اس پر اللہ نے یہ آیت نازل کی۔ البتہ دونوں اول الذکر اماموں نے سورۂ ممتحنہ میں حضرت عائشہ کی ایک تفسیری روایت بیان کی ہے اور دلچسپ بات یہ ہے کہ دونوں کے ہاں ایک ہی آیت کریمہ کے بارے میں ایک جیسی روایت ہے مگر مفہوم یکساں ہونے کے باوجود تفصیلات، الفاظ، اسناد اور اقوال ایک دوسرے سے کافی مختلف ہیں۔ امام بخاری کی روایت زہری کے حوالہ سے عروہ سے مروی ہے حضرت عائشہ نے ان کو خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے فرمان (آیت ۱۲): یاایھاالنبی اذا جاءك المومنات یبایعنك الی قوله غفور الرحیم کے مطابق اپنے پاس ہجرت کرکے آنے والی مسلمان عورتوں سے بیعت لیا کرتے تھے حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ مسلمان عورتوں میں سے جو اس شرط کا اقرار کرتی اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے: میں نے تم سے بات کا ذریعہ بیعت کرلی۔ حضرت عائشہ کا بیان ہے کہ اللہ کی قسم! آپ کا ہاتھ بیعت کرتے وقت کسی عورت کے ہاتھ سے کبھی مس نہیں ہوا۔ آپ ان سے اپنے قول "میں نے تم سے بیعت کرلی" کے ذریعہ ہی بیعت کرتے تھے۔ یونس، معمر اور عبدالرحمن بن اسحاق نے زہری سے اسی کی متابعات نقل کی ہیں جب کہ اسحاق بن راشد نے زہری کے واسطہ سے عروہ اور عمرہ سے نقل کیا ہے۔ امام ترمذی نے معمر کے ذریعہ ابن طاؤس اور ان کے والد کے واسطہ سے یہ بیان کیا ہے کہ آپ کا ہاتھ کسی عورت کے ہاتھ سے مس نہیں ہوا۔ اور آپ زبانی بیعت کرتے تھے۔ امام موصوف کی روایت بہت مختصر ہے۔ جبکہ امام احمد بن حنبل نے حضرت عائشہ کی یہ مختصر حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مومنات کا امتحان اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ اس آیت کا ذریعہ لیا کرتے تھے۔ انھوں نے اس باب میں حضرت ام سلمہ سے ایک نئی روایت نقل کی ہے کہ عورتوں سے معروف میں آپ کی نافرمانی نہ کرنے کی بھی بیعت لیتے تھے اور اس سے مراد آپ نے یہ بتائی کہ پردہ پر توجہ نہیں کیا کریں گی۔[۵۴]

اس کے بعد کی کئی سورتوں۔ سورۂ صف، سورۂ جمعہ، سورۂ منافقون، سورۂ تغابن اور سورۂ طلاق۔ کی تفسیر میں امام بخاری کے ہاں ام المومنین سے کوئی روایت نہیں ہے اور نہ امام احمد و امام ترمذی کے ہاں۔ امام بخاری اور امام احمد نے سورۂ تحریم (آیت ۱-۲)

کی تفسیر میں حضرت عائشہ سے ایک روایت نقل کی ہے۔ حضرت عائشہ کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زینب بنت جحش کے پاس شہد پیا کرتے تھے اور ان کے پاس ٹھہرا کرتے تھے۔ میں نے اور حفصہ نے یہ طے کیا کہ ہم میں سے جس کے پاس آپ تشریف لائیں گے وہ آپ سے کہے گی کہ آپ نے مغافیر کھایا ہے کیونکہ آپ سے مغافیر کی بو آرہی ہے۔ (جب ایسا ہوا تو) آپ نے فرمایا: نہیں، میں نے تو زینب بنت جحش کے پاس شہد پیا ہے اور میں نے قسم کھالی ہے کہ اب ایسا دوبارہ کبھی نہیں کروں گا۔ امام بخاری نے اس کے بعد حضرت ابن عباس کی وہ روایت بیان کی ہے جس کے مطابق آیت کریمہ ع۴ : وان تتوبا الی اللہ فقد صغت قلوبکما الخ کی تفسیر میں ان دونوں عورتوں سے مراد حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ کو بتایا گیا ہے۔ اس طویل حدیث میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زبان مبارک سے امہات المومنین عائشہ، حفصہ، ام سلمہ وغیرہ رضی اللہ عنہن کے ساتھ آپ کی معاشرت اور پھر واقعۂ ایلا کا بیان بھی مذکور ہوا ہے۔ اس کے بعد والے باب میں بھی آیت کریمہ ع۳ : واذ اسر النبی الی بعض ازواجہ کی تفسیر میں حضرت عائشہ کو مراد بتایا گیا ہے اور دوسری حدیث میں مظاہرہ کرنے والی دو ازواج مطہرات کے نام حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ کے بتائے گئے ہیں۔

ان روایات کو اگرچہ دوسرے راویوں کے حوالہ سے نقل کیا گیا ہے مگر ان میں بعض ازواجِ مطہرات کے ذکرِ خیر کے سبب ان کا یہاں مختصر حوالہ دینا ضروری سمجھا گیا۔ امام احمد اور امام ترمذی نے بھی واقعہ ایلاء، مظاہرہ وغیرہ سے متعلق مذکورہ بالا حدیثِ ابن عباس کو اس سورہ کی تفسیر میں نقل کیا ہے[۴۹]

بعد کی متعدد سورتیں یعنی سورۂ ملک، سورۂ قلم، سورۂ حاقہ، سورۂ معارج، سورۂ نوح، سورۂ جن، سورۂ مزمل، سورۂ مدثر، سورۂ قیامہ، سورۂ دہر، سورۂ مرسلات، سورۂ نبا اور سورۂ نازعات مسند احمد اور بخاری ام المومنین کی تفسیر سے خالی ہیں اور یہی معاملہ امام ترمذی کے ہاں بھی ہے۔ موخر الذکر دونوں نے اس کے بعد سورۂ عبس ہی کی ایک آیت کی تفسیر دی ہے اور دونوں میں الگ الگ حدیثِ عائشہ مروی ہے۔ بخاری کی حدیثِ عائشہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس شخص کی مثال جو قرآن مجید پڑھتا ہے اور اس کا حافظ ہے وہ بزرگ فرشتوں (السفرة الکرام) کے ساتھ ہوگا اور اس شخص کی مثال جو اسے اٹک اٹک

کے دشواری کے ساتھ پڑھتا ہے اس کے لیے دہرا اجر ہے۔ امام صاحب نے اس حدیث کو سورۂ متعلقہ کی آیت کریمہ ۱۵-۱۶: سفرۃ کرام بررۃ کی مناسبت اور تعلق و تفسیر کے لحاظ سے یہاں نقل کیا ہے۔ جبکہ امام ترمذی نے جو روایتِ ام المومنین بیان کی ہے وہ اس کے شانِ نزول سے متعلق ہے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ سورۂ عبس و لتولی نابینا ابن ام مکتوم کے بارے میں نازل ہوئی۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گذار ہوئے کہ مجھے ہدایت و رشد کا راستہ دکھائیے۔ اس وقت خدمتِ نبوی میں مشرکین کے اکابرین سے ایک شخص حاضر تھا۔ آپ اول الذکر سے اعراض کرنے اور موخر الذکر پر توجہ کرنے لگے۔ ابن ام مکتوم نے عرض کیا: کیا میری بات میں کوئی خرابی (باس) ہے۔ آپ نے فرمایا: نہیں۔ اسی باب میں یہ سورہ اتری۔ امام ترمذی نے تصریح کی ہے کہ یہ حدیث غریب ہے اور بعض روایات میں یہ عروہ سے ان کے فرزند ہشام کے ذریعہ مروی ہے مگر ان میں حضرت عائشہ کا ذکر نہیں ہے۔[۵۰]

تینوں ائمہ حدیث نے سورۂ تکویر، سورۂ انفطار اور سورۂ تطفیف کی تفسیر میں حضرت عائشہ یا کسی اور ام المومنین کی کوئی روایت نہیں بیان کی ہے پھر تینوں نے سورۂ انشقاق کی تفسیر میں تقریباً یکساں حدیثِ عائشہ نقل کی ہے جو بہت اہم ہے۔ بخاری میں ابن ابی ملیکہ نے قاسم کے واسطہ سے حضرت عائشہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی ایسا شخص نہیں ہے جس سے حساب لیا جائے اور وہ ہلاک نہ ہو۔ حضرت عائشہ نے کہا: یا رسول اللہ! اللہ مجھے آپ پر قربان کرے۔ کیا اللہ عزوجل یہ نہیں فرماتا ہے: فاما من اوتی کتابہ بیمینہ فسوف یحاسب حسابا یسیرا (آیت ۷-۸) آپ نے فرمایا یہ تو (اللہ کے سامنے) پیشی ہے جس میں وہ پیش کیے جائیں گے لیکن جس سے حساب میں مناقشہ کیا گیا وہ ہلاک ہوا۔ امام احمد اور امام ترمذی نے چند الفاظ کی کمی کے ساتھ یہی حدیث نقل کی ہے اور موخر الذکر نے اسے حسن صحیح قرار دے کر اس کی کئی اور سندیں بھی بیان کی ہیں۔[۵۱]

سورۂ بروج، سورۂ طارق، سورۂ الاعلیٰ، سورۂ غاشیہ، سورۂ فجر، سورۂ بلد، سورۂ شمس، سورۂ لیل، سورۂ ضحیٰ، سورۂ انشراح اور سورۂ تین تک تمام سورتوں میں تینوں ائمہ حدیث احمد بخاری و ترمذی نے ام المومنین کی کوئی روایت نہیں نقل کی ہے۔ امام بخاری نے پھر سورۂ علق

(آیات ۱-۵) کی تفسیر میں زہری کے واسطے سے عروہ بن زبیر کی سند پر حضرت عائشہ کی روایت بیان کی ہے۔ اس میں یہ ذکر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کی ابتدا اچھے خوابوں (رویاء صادقہ) کے دیکھنے سے ہوئی جو صبح کی روشنی کی مانند صحیح ثابت ہوتے تھے پھر غارِ حرا میں حضرت جبریل کی آمد، اولین وحی: اقرا باسم ربك الذي خلق کا نزول، آپ کی پریشانی، حضرت خدیجہ کی تسلی، حضرت ورقہ بن نوفل سے آپ کی ملاقات اور تصدیق رسالت، فترۂ وحی اور حزنِ نبوی اور آخر میں آسمان پر حضرت جبریل کے بارے میں مشاہدۂ نبوی، خوف زدگی کے عالم میں آپ کی واپسی اور آپ کے کمبل اوڑھ کر لینے کے بعد سورۂ مدثر کے نزول اور بعد میں وحی کے مسلسل نزول کے جیسے اہم امور شامل ہیں۔ اس طویل حدیثِ عائشہ کے بعد ام المومنین کی ایک مختصر حدیث (آیت کریمہ ۲): خلق الانسان من علق کی تفسیر میں بیان کی گئی ہے کہ سب سے پہلے رعیا صادقہ سے وحی کی ابتدا ہوئی پھر یہ آیات نازل ہوئیں۔ دو اور مختصر روایات ام المومنین میں امام بخاری نے اول الذکر طویل حدیث کے بعض فقرے اور حصے نقل کیے ہیں۔ امام احمد بن حنبل نے اولین نزولِ قرآن کے ضمن میں یہی حدیثِ حضرت عائشہ مختصراً بیان کی ہے اور مفصل دوسری جگہ نقل کی ہے۔[۵۲]

اس کے بعد امام بخاری اور امام احمد نے سورۂ قدر، سورۂ البینہ، سورۂ زلزال، سورۂ عادیات، سورۂ قارعہ، سورۂ تکاثر، سورۂ عصر، سورۂ ھمزہ، سورۂ فیل، سورۂ قریش اور سورۂ ماعون کو چھوڑتے ہوئے سورۂ کوثر کی تفسیر میں حضرت عائشہ کی ایک روایت بیان کی ہے۔ ابو عبیدہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اللہ تعالیٰ کے فرمان (آیت ۱): انا اعطیناك الكوثر کے بارے میں سوال کیا تو انھوں نے فرمایا: وہ ایک نہر ہے جو تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کی گئی ہے۔ اس کے دونوں کناروں پر کھوکھلے موتی بکھرے ہوئے ہیں (دُرِّ مجوف) اس کے جاموں (آینہ) کی تعداد ستاروں کے برابر ہے۔ اسی طرح زکریا اور ابوالاحوص اور مطرف نے ابواسحاق سے روایت کی ہے۔[۵۳] سورہ کافرون کو چھوڑتے ہوئے امام احمد بن حنبل اور امام بخاری نے سورۂ نصر کی تفسیر میں ام المومنین کی ایک اور حدیث نقل کی ہے۔ مسروق کا بیان ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ سورۂ نصر (آیات ۳-۱) کے نازل ہونے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو بھی نماز پڑھی اس میں آپ ضرور یہ کہتے تھے: سبحانك ربنا

وبحمدك، اللّٰهم اغفرلي۔ امام احمد کی روایت میں تسبیح کے الفاظ یوں ہیں: سبحانك اللّٰهم وبحمدك، اللّٰهم اغفرلي۔ امام احمد نے صرف یہی روایت نقل کی ہے دوسری نہیں۔ بخاری کی اسی روایت کی دوسری شکل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رکوع اور اپنے سجدہ میں کثرت سے کہا کرتے تھے: سبحانك اللّٰهم ربنا وبحمدك، اللّٰهم اغفرلي۔ یہ آپ قرآن کریم میں مذکور حکم الٰہی کی تعمیل میں کہا کرتے تھے (سورۂ نصر میں حکم الٰہی یہ ہے کہ جب اللہ کی مدد اور فتح آجائے اور آپ لوگوں کو اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہوتے دیکھیں تو اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کریں اور اس سے استغفار چاہیں کہ وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے)[۵۴]۔ امام بخاری کی کتاب تفسیر قرآن کریم میں کسی بھی ام المومنین کی یہ آخری روایت ہے کیونکہ انھوں نے اس کی بعد کی تمام سورتوں سورۂ لہب، سورۂ اخلاص، سورۂ الفلق اور سورۂ الناس میں کوئی روایت نہیں بیان کی ہے اور نہ کوئی حوالہ ہی دیا ہے۔ امام احمد اور امام ترمذی نے مذکورہ بالا تمام سورتوں میں ام المومنین کی کوئی حدیث نقل نہیں کی سوائے سورۃ المعوذتین کے جو ان کی بھی آخری روایتِ تفسیر ہے۔ حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاند کی طرف دیکھا اور فرمایا: اے عائشہ! اس کے شر سے اللہ کی پناہ چاہو، کیونکہ یہی لوٹتے وقت اندھیرا کرنے والا ہے: فان هذا هو الغاسق اذا وقب (آیت ۳) امام ترمذی نے آخری سورت کی آخری حدیث کو حسن صحیح قرار دیا ہے[۵۵]۔

اگرچہ احمد، بخاری اور ترمذی تینوں میں تفسیر کا باب اسی آخری سورۂ پر ختم ہوتا ہے تاہم امام بخاری نے فضائل القرآن کے عنوان سے جو اپنی کتاب صحیح کا آخری باب باندھا ہے وہ بھی قرآن کریم سے متعلق ہے اور اس میں بھی بعض روایات کسی نہ کسی ام المومنین بالخصوص حضرت عائشہ سے نقل کی گئی ہیں اسی طرح امام ترمذی نے تفسیرِ قرآن سے پہلے دو اور باب قرآن کریم کے متعلق باندھے ہیں۔ ان میں سے ایک ابواب فضائل القرآن ہے اور دوسرا مختلف قراءتوں سے بحث کرنے والا ابواب القراءات ہے۔ ان دونوں میں بھی بعض روایات کسی نہ کسی ام المومنین سے بیان کی گئی ہیں۔ بحث کو مکمل کرنے کی غرض سے مسند احمد بن حنبل سے وہ تمام روایاتِ امہات المومنین بھی شامل کرلی گئی ہیں جو احمد عبدالرحمٰن البنا الساعاتی نے الفتح الربانی میں ابواب وار

جمع کردی ہیں ان ابوابِ حدیث کا بھی جائزہ لینا ضروری ہے کہ اس کے بغیر ازواجِ مطہرات کی قرآنی خدمات کا تجزیہ ناقص رہے گا اور ہماری فہم قرآن کریم بھی کمزور رہے گی۔

امام بخاری نے نزولِ قرآن کریم سے ہی اس کتاب کا آغاز کیا ہے اور شروع ہی میں دو
نقل کی ہیں جو دو ازواجِ مطہرات سے مروی ہیں۔ ابوسلمہ کا بیان ہے کہ مجھے حضرت
ن ابن عباس دونوں نے بتایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں دس سال مقیم رہے
ں ہی مدینہ میں اور اس دوران آپ پر قرآن نازل ہوتا رہا۔ دوسری روایت ابوعثمان
ںاہے اور ان کا کہنا ہے کہ مجھے یہ خبر دی گئی کہ جبریل علیہ السلام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے
ئے تو آپ کے پاس حضرت ام سلمہ موجود تھیں۔ وہ آپ … آہتہ … نے لگے۔ رسول اللہ
علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہ سے پوچھا: یہ کون … سلمہ نے
ا: یہ دحیہ (کلبی) ہیں۔ پھر وہ اٹھ … ب ان کو
متی رہی یہاں تک رسو … یا کی
لیا۔ ابوعثمان … ے اسامہ … ۵ھ
ند … ردسروں کی سنا … مطابق
یہ بن ثابت کا تیار کردہ … شہادت
یا تھا اور انھیں سے حضرت عثمان … میں
ن بنیاد پر تیار کرائے تھے ۵ھ یوسف بن … حضرت
اتی حضرت ام المومنین کر … ں نے

کہ ہم زنا کبھی نہ ترک کریں گے ۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر مکہ میں (سورۂ قمر ۵۴:۴۶) یہ آیت : بل الساعۃ موعدھم والساعۃ ادھی وامر نازل ہوئی تب میں کمسن لڑکی تھی اور کھیلا کرتی تھی اور جب سورۂ بقرہ اور سورۂ نساء نازل ہوئیں تو میں آپ کے پاس تھی۔ راوی کا بیان ہے کہ پھر انہوں نے اس کے لیے مصحف نکالا اور اس کو سورتوں کی آیات (اولیٰ) لکھوادیں۔[۵۸] اس باب میں اور جامع صحیح کی بھی آخری حدیث جو ام المومنین سے مروی ہے وہ مسروق کی سند پر بیان ہوئی ہے حضرت عائشہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہما سے روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سرگوشی کی کہ ہر سال جبریل مجھ سے دوبار دورہ (معارضہ) کیا ہے اور میرا خیال ہے کہ میری وفات کا وقت آگیا ہے[۵۹]

امام احمد اور امام ترمذی نے ابواب فضائل القرآن میں پہلی حدیث ام المومنین حضرت عائشہ سے قرآن کریم کے قاری کی فضیلت کے متعلق نقل کی ہے۔ اور دلچسپ حقیقت یہ ہے کہ یہ وہی حدیث ہے جو امام بخاری نے سورۂ عبس کی تفسیر میں اور امام احمد نے اپنی مسند میں نقل کی ہے اور جس میں ماہر قاری قرآن کو نیک فرشتوں کے ساتھ ہونے اور بدقت قرآن پڑھنے والے کے لیے دوہرے اجر پانے کا ذکر ہے ۔ الفاظ کے معمولی اختلاف کے ساتھ امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح قرار دیا ہے[۶۰] امام احمد نے حضرت عائشہ کی ایک اور روایت یہ بیان کی ہے کہ ایک شخص کا ذکر خیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت عالی میں کیا گیا تو آپ نے فرمایا : کیا تم نے اس کو قرآن سیکھتے نہیں دیکھا اسی باب میں ایک اور روایت انھیں سے یہ مروی ہے کہ آپ نے فرمایا : جس نے قرآن کی پہلی سات سورتیں حاصل کرلیں (اخذ) وہ عالم (حبر) ہے ۔ اس کے علاوہ اس کتاب فضیلت میں امام ترمذی نے حضرت عائشہ سے دوسری روایت یہ بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تک سورۂ بنی اسرائیل اور سورۂ زمر نہ پڑھ لیتے سوتے نہ تھے ۔ امام موصوف نے اس کو اگرچہ حسن غریب قرار دیا ہے تاہم یہ بھی کہا ہے کہ اس کو ہم سے محمد بن اسمٰعیل نے کتاب التاریخ میں روایت کیا ہے[۶۱]

اسی کتاب میں ایک اور ام المومنین حضرت ام سلمہ سے ایک اہم روایت یہ بیان ہوئی ہے کہ لیلیٰ بن مملک نے حضرت ام سلمہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت اور آپ کی نماز کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا : تم کو آپ کی نماز سے کیا نسبت ؟ آپ نماز پڑھتے تھے پھر سو جاتے تھے اور اتنی دیر سوتے تھے جتنی دیر نماز پڑھی تھی۔ پھر جس قدر سوئے تھے اسی قدر نماز پڑھتے تھے پھر جس قدر نماز پڑھی تھی اسی قدر

سوتے تھے یہاں تک صبح ہو جاتی۔ پھر انھوں نے آپ کی قرارت کی تعریف یہ بیان کی کہ آپ واضح قرارت حرف حرف کی کیا کرتے تھے۔ امام ترمذی نے اس کو حدیث حسن صحیح غریب قرار دیا ہے پھر اسی روایت کی دوسری شکل ابواب القرارت میں نقل کی ہے۔ اسے امام احمد نے بھی اپنے طریقہ سے روایت کیا ہے۔ اس کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قرارت کو تقطیع کر کے پڑھتے تھے یعنی الحمد للہ رب العالمین پڑھتے پھر ٹھہرتے اور الرحمٰن الرحیم پڑھتے پھر ٹھہر کر مالک یوم الدین پڑھتے۔ امام احمد نے ایک اور روایت میں ابن ابی ملیکہ کا یہ خیال نقل کیا ہے کہ یہ حدیث حضرت حفصہ سے مروی ہے مسند احمد میں ہے کہ حضرت عائشہ سے کہا گیا کہ کچھ لوگ قرآن مجید رات بھر میں ایک یا دو بار پڑھ لیتے ہیں۔ انھوں نے فرمایا کہ وہ پڑھ کر نہیں پڑھتے۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چودھویں رات (لیلۃ التمام) میں نماز پڑھتی تھی تو آپ سورہ بقرہ، سورۂ آل عمران اور سورۂ نسار پڑھتے اور خوف والی آیت پر گزرتے تو اللہ عزّوجل سے دُعا اور پناہ مانگتے اور آیت بشارت پڑھتے تو دُعا کرتے اور ثواب کی اُمید کرتے۔[۲۲]

قرارتِ قرآنِ کریم کا معاملہ کافی پیچیدہ اور مشکل ہے۔ روایاتِ صحیحہ سے ثابت ہے کہ قرآن مجید سات حروف پر نازل ہوا ہے۔ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین مختلف انداز سے قرارت کیا کرتے تھے۔ لاعلمی کے سبب ان میں کبھی اختلاف بھی ہوا مگر رسول اللہ صلی اللہ وسلم کی تصریح و تشریح کے بعد وہ اختلاف دُور ہو گیا کہ نہ تو وہ کسی مخالفت پر مبنی تھا، نہ اپنے بیجا علم کے گمراہ کن غرور پر۔ حدیث و سیرت کی متعدد روایات میں ایسی اختلافی قرارتوں کا ثبوت ملتا ہے۔ اس باب میں یاد رکھنا ضروری ہے کہ موجودہ قرارتِ قرآن جس پر تمام علمار و صلحارِ امت کا اتفاق ہے متواتر قرارت ہے جبکہ اس کی مخالف یا بہتر لفظ مختلف قرارت روایات میں جو بھی ملتی ہے وہ شاذ قرارت ہے۔ متواتر و شاذ اور متفقہ و مختلفہ میں جو فرق ہے وہ واضح ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے واجب اور جائز کا فرق ہے۔ ان شاذ قرارتوں کے باب میں یہ بھی یاد رکھنا چاہئیے کہ وہ اہل علم و اہل زبان صحابہ کرام کا شاذ عمل تھا جو شرف صحبتِ نبوی سے مشرف ہونے کے علاوہ زبان و بیان کی باریکیوں اور کلامِ الٰہی کی روح سے واقف اور اس کے ماہر تھے۔ اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ انھوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے خود سُنا تھا۔ ان تمام مسلمہ حقیقتوں با وصف یہ بھی ذہن نشین رکھنا ضروری ہے کہ بہر حال یہ شاذ قرارتیں ہیں

جو روایات کے مطابق ایک دو بار کا عمل بھی ہو سکتی ہیں اور ان کو متواتر اور متفقہ قراءتوں پر ترجیح نہیں دی جا سکتی ہم کم علموں کو جو دورِ خیر نبوی سے دور، قرآن مجید کی روح سے ناواقف اور عربی زبان و ادب سے نابلد ہیں متواتر و متفقہ قراءتوں ہی کو اختیار کرنا چاہیے[۶۳] ہم اس وضاحت کے بعد اختلافِ قراءت سے متعلق بعض روایاتِ سیرت و تفسیر و حدیث کا مطالعہ کرنا شروع کرتے ہیں جو ازواجِ مطہرات میں سے کسی نہ کسی سے مروی ہیں

امام احمد اور امام ترمذی نے اس باب میں کسی ام المومنین سے جو پہلی روایت بیان کی ہے وہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے۔ اس کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (سورہ ہود ۴۶) کی آیتِ کریمہ کو اِنَّهٗ عَمِلَ غَيْرَ صَالِحٍ پڑھا۔ اصل قراءت اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ ہے۔ امام ترمذی نے اس روایت کے کئی لوگوں سے نقل ہونے کا ذکر کیا ہے مگر اس کی درجہ بندی نہیں کی ہے یعنی حدیث حسن غریب وغیرہ کچھ نہیں کہا ہے[۶۴] احمد بن حنبل اور امام ترمذی دونوں نے دوسری حدیث حضرت عائشہ سے نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سورۂ واقعہ کی آیتِ کریمہ [۸۹] کو فَرُوحٌ وَرَيْحَانٌ وَجَنَّتُ نَعِيمٍ پڑھا کرتے تھے (کان یقرأ) جبکہ متواتر قراءت میں رَوْحٌ ہے۔ امام ترمذی نے اس کو حسن غریب کہا ہے اور صرف ہارون اعور کے واسطے سے مروی ہونا بتایا ہے۔ ظاہر ہے کہ متواتر قراءت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متواتر مروی ہے اور اس شاذ قراءت پر اسی کو ترجیح حاصل ہے کہ وہی متفقہ بھی ہے۔ امام موصوف نے بعض دوسرے صحابہ کرام سے اور بھی کئی شاذ قراءتیں نقل کی ہیں۔ مگر ازواجِ مطہرات سے یہاں صرف یہی دو روایات بیان کی ہیں[۶۵]

ابن ابی ملیکہ کی سند پر امام بخاری کی ایک روایت کا اوپر ذکر آچکا ہے جس کے مطابق ام المومنین عائشہ سورۂ نور کی آیت ۱۵ کا لفظ تَلَقَّوْنَهٗ کی قراءت تَلِقُوْنَهٗ کیا کرتی تھیں امام مسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ سے ایک اور حدیث بیان کی ہے مگر قرآن مجید کی اس آیت کا حوالہ یا ذکر نہیں دیا ہے جس کی طرف حدیث مذکورہ میں اشارہ پایا جاتا ہے۔ ہشام بن عروہ نے اپنے والد کی سند پر نقل کیا ہے کہ مجھ سے حضرت عائشہ نے کہا: بھانجے! لوگوں کو حکم دیا گیا تھا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے لیے استغفار چاہیں اور دعائے مغفرت کریں لیکن انھوں نے تو ان کو سب و شتم شروع کر دیا۔ شارحین حدیث کے مطابق اس حدیث میں اس آیہ کریمہ کی طرف اشارہ ہے:

وَالَّذِیْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا
بِالْاِیْمَانِ ٦٦ (الحشر: ۱۰)

اوپر کی بحث میں ان تمام روایاتِ تفسیر اور احادیثِ تاویل و تشریح کا استقصا کرنے کی کوشش کی گئی ہے جو صحاح کی کتاب التفسیر میں پائی جاتی ہیں۔ بعض اور روایات جو سرسری مطالعے سے دوسرے ابواب سے یا ثانوی مآخذ سے مل گئیں ان کو بھی شامل کر لیا گیا ہے۔ بشری کوشش کے نقص کے ساتھ ساتھ یہ اعترافِ قصور ضروری معلوم ہوتا ہے کہ کافی تعداد میں ایسی روایات احادیث کے ذخیرہ کے دوسرے ابواب اور کتب میں بھی پائی جاتی ہیں جن کو بہ آسانی تفسیر کے مذکورہ بالا دائرے کے اندر لایا جا سکتا ہے لیکن وہ ایک وقت طلب کام ہے اور دوسری بحث چاہتا ہے۔ دوسرے یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ اس بحث میں بالعموم مفسرین کرام کی تفاسیری ذخیرے سے استفادہ نہیں کیا گیا ہے اور ان میں ازواجِ مطہرات سے مروی روایاتِ تفسیر کی تعداد یقیناً کافی ہے۔ اس پر بحث پھر کسی اور وقت کی جائے گی۔

آخری تجزیہ:

احادیث میں ازواجِ مطہرات کی تفسیری روایات کے مذکورہ بالا مباحث کا اگر تجزیہ کیا جائے تو یہ حقیقت عیاں ہوتی ہے کہ کمیت کے اعتبار سے ان کی روایات کی تعداد کچھ زیادہ نہیں ہے۔ لیکن اس ضمن میں کچھ اور حقائق کا بھی خیال رکھنا ضروری ہے۔ جیسا کہ پہلے کہا گیا کہ صحابہ کرام سے تفسیری روایات بہت کم مروی ہیں لہٰذا ان کے پسِ منظر میں ان کی عددی قدر و قیمت کا تعین کرنا چاہئے اور اس اعتبار سے یہ تعداد بھی معتد بہ تو ہے ہی۔ پھر یہ حقیقت بھی بہت اہم ہے کہ محدثین کرام نے اپنے روایتی اصولوں کے پیشِ نظر تفسیری روایات کا رد و قبول میں بھی بہت احتیاط و سختی برتی ہے یہی وجہ ہے کہ مسلم میں ایسی روایات کی تعداد سب سے کم ہے۔ صحیح بخاری میں ان کی تعداد کچھ زیادہ ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ امام موصوف نے کچھ نرمی یا تساہلی سے کام لیا ہے بلکہ انھوں نے اپنے طریقۂ روایت کے مطابق ذرا سی تفسیری مناسبت سے بھی دوسرے ابواب و کتب کی روایات اپنی کتاب التفسیر میں بھی لے لی ہیں جب کہ امام مسلم نے ایسا نہیں کیا۔ امام احمد اور امام ترمذی نے زیادہ توسع سے کام لیا ہے اس لیے ان کے ابواب تفسیر میں روایات کی تعداد شیخین کی روایات سے کہیں زیادہ ہے۔ لیکن

ان کی بیان کردہ روایاتِ تفسیر کی مبینہ کثرت کو روایات کی اسناد کی کم رعائت اور حقیقی تفسیر کی کمی پر محمول کرنا بھی صحیح نہیں کیونکہ اوپر کی بحث سے اندازہ ہوگیا ہے کہ اس کی روایات کسی نہ کسی شکل میں دوسرے بزرگانِ حدیث کے ہاں بھی پائی جاتی ہیں اور محض سند کی مفروضہ کم رعایتی کی بنا پر روایت کو مسترد کر دینے کا رجحان خطرناک نتائج پیدا کرتا ہے اور رہا حقیقی تفسیر کی کمی کا معاملہ تو وہ شیخین کے ہاں بھی پایا جاتا ہے بلکہ ان مسا [illegible] ان تو تفسیر حقیقی کا عنصر اور کم ہے۔ قلتِ روایات کا ایک اور سبب یہ ہے کہ تفسیر [illegible] حدیث کا محض ایک باب ہوتا ہے جو موضوع کے سبب اور مختصر ہو جاتا ہے اور اس پر محدثین کرام کی روایتی احتیاط مستزاد۔ پھر تفسیری کتب اور مجموعوں کی روایاتِ ازواجِ مطہرات کو اس بحث میں شامل نہیں کیا گیا ورنہ یقینی طور پر ان کی تعداد زیادہ ہوتی۔ ایک اور اہم حقیقت یہ بھی ہے کہ صحابہ کرام اور بالخصوص ازواجِ مطہرات کی یہ وہ روایات ہیں جو رواۃ اور اہلِ علم کے قبضۂ قلم اور اقتدارِ تحریر میں آگئیں۔ نہ جانے کتنی ایسی روایاتِ حدیث و تفسیر ہوں گی جو عام لوگوں نے سنی ہوں گی اور جو ایسے اہلِ علم نے حاصل کی ہوں گی جو روایت و نقل کے قائل نہ تھے اور جو بہت سے راویوں اور ناقلوں نے اخذ کی ہوں گی مگر وہ دستبردِ زمانہ کے تحت ہم تک نہیں پہونچیں۔ بہرحال یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ ایک جہان نے ازواجِ مطہرات سے جو ان کی مائیں تھیں استفادہ کیا ہوگا۔ ہر ایک ام المومنین سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت، اسلام کے اصول و ارکان و تعلیمات، اور قرآن مجید کے مقامات کے بارے میں طرح طرح کے سوالات کیے ہوں گے اور ان سے علم آمیز جوابات پائے ہوں گے۔ یہ دوسری بات ہے کہ کسی سے استفادہ زیادہ رہا ہوگا اور کسی سے کم۔ لیکن ازواجِ مطہرات سے رجوع عام رہا تھا کہ اولادِ کو اپنی ماؤں سے محبت تھی اور اس سے زیادہ اپنے عظیم ترین اور محبوب ترین رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اور آپ کی ازواج مطہرات سے آپ کی اور آپ کے پیغام کی باتیں سننے کے لیے وہ ہر ایک کے پاس ازدہام کرتے تھے۔ اس حقیقت کے لیے کسی دستاویزی ثبوت یا تاریخی استناد کی ضرورت نہیں اگرچہ تلاش و تحقیق سے ان کی بھی کوئی کمی نہیں۔

دوسری اہم حقیقت جو عیاں ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ تمام ازواجِ مطہرات میں حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ کو جو علمی فضیلت اور کمالی تفوق حاصل تھا اس کا مظاہرہ تفسیری روایات کی کثرت میں بھی ہوا ہے۔ حضرت ام المومنین کے فضل و کمال پر کسی اور کی گواہی کی ضرورت نہیں کیونکہ صاحبِ نطقِ الٰہی اور حاملِ وحیِ ربانی

نے اپنی زبانِ صداقت بیان سے ان کے فضل وکمال اور برتری وبہتری کا ناقابل تردید ثبوت فراہم کردیا ہے۔ ان کی انھیں خصوصیات واوصاف، ذہانت وفطانت اور وہبی واکتسابی لیاقت نے ان کو خاتم النبیین ﷺ کے نزدیک دنیا کا سب سے زیادہ محبوب شخص بنا دیا تھا۔ حتی کہ افضل البشر بعد الانبیاء حضرت ابوبکر صدیق بھی محبوبیت نبوی کے دوسرے مقام پر آتے تھے۔ حضرت عائشہ کی ایک اہم اور امتیازی خوبی یہ تھی کہ وہ مزاج شناس رسول ہونے کے ساتھ ساتھ برابر سوالات واستفہامات کے ذریعہ اپنے علم میں اضافہ کرتی رہتی تھیں جبکہ اکثر دوسری ازواجِ مطہرات اپنے فطری حلم وتقدس، فرمانبرداری اور خاطر نوازی وغیرہ کے سبب سوالات سے گریز کیا کرتی تھیں۔ ام المومنین حضرت عائشہ کے بعد دوسرا مقام ومرتبہ اس ضمن میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا نظر آتا ہے۔ بقیہ ازواجِ مطہرات میں اور کسی کا نام تفسیری روایات حدیث میں سوائے حضرت حفصہ کے اور کسی کا نظر نہیں آتا لیکن اس سے نقلِ روایات کی کمی ہی مراد لینی چاہیے نہ کہ قلتِ علم اور قلتِ توجہ کے فیصلے صادر کرنے چاہیے۔ اللہ معلوم نہ جانے کتنے اشخاص نے دوسری امہات المومنین سے استفادۂ علم حدیث وقرآن کیا ہوگا مگر وہ ہمارے علم ویقین کے حدود سے باہر رہ گیا۔ اس سلسلہ میں مختلف امہات المومنین کے شرفِ صحبتِ نبوی سے فیضیاب ہونے کی مدت کو بھی نظر انداز نہیں کرنا چاہیے اور نہ ہی ان کی حیاتِ افادۂ عام کو۔ متعدد ازواج مطہرات کو یا تو یہ دونوں مدتیں کم نصیب ہوئیں یا ان میں سے کوئی ایک۔ حضرت عائشہ بہت خوش نصیب تھیں کہ ان کو دونوں مدتیں طویل ملیں اور دوسری ازواجِ مطہرات کے مقابلہ میں ان کو دوگنی مدتِ صحبتِ نبوی ملی کہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کی باری بھی ان کی خوش نصیبی کی جھولی میں آگری تھی۔ دوسرے عوامل میں سے ایک آخری یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ دوسری ازواج مطہرات کے موازنہ میں حضرت عائشہ صدیقہ ایک عوامی شخصیت اور امتِ مسلمہ قائدہ تھیں جبکہ دوسری تمام امہات المومنین نے مکاناتِ نبوی کی حدود میں زیادہ تر اپنے کو محصور ومحدود کر رکھا تھا۔

موضوعاتی تجزیہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کچھ روایاتِ تفسیر کا تعلق شانِ نزول سے ہے، کچھ کا قراءت واختلاف قراءت سے ہے۔ بعض کا فضائل قرآن سے اور بعض اور کا تلاوت نبوی کے معمولات سے۔ بعض کا واقعات کے پس منظر میں قرآنی استشہاد سے۔ بہت کم روایات کو حقیقی تفسیر کے باب میں رکھا جاسکتا ہے۔ ایک مختصر تجزیہ اس بیان کو منقح کردے گا۔

جن آیاتِ کریمہ کی تفسیر ازواجِ مطہرات کا تعلق خالص شانِ نزول سے ہے ان میں سورۂ بقرہ اور

سورہ نساء کے نزول سے متعلق اولین حدیث عائشہ ہے۔ اسی میں سورۂ آل عمران ۳: ۷ کی تفسیری روایت عائشہ، سورہ نساء کی آیت ۴: ۳، سورۂ آل عمران ۳: ۱۹۵، سورۂ نساء کی آیت ۴: ۳۲ اور سورہ احزاب ۳۳: ۳۵ کی احادیث ام سلمہ، سورہ مائدہ ۴: ۴۳ کی آیت تیمم سے متعلق حدیث عائشہ، سورۂ فتح کی آیت ۴۸: ۲ اور سورۂ قمر ۵۴: ۴۵ سے متعلق روایات عائشہ، سورۂ عبس سے متعلق روایت صدیقہ، سورۂ علق کے نزول سے متعلق ان ہی کی طویل روایت، مکہ مدینہ میں قیام سے متعلق ان کی مختصر روایت، رویتِ جبریل کے بارے میں حضرت ام سلمہ کی روایت، مصحف صدیقہ کے بارے میں عراقی کے سوال سے متعلق روایت وغیرہ شامل ہیں۔

قرارت واختلاف قرارت کے ضمن میں جو روایات شامل ہیں وہ حسب ذیل ہیں: سورہ آل عمران ۳: ۱۴۳، سورۂ احزاب ۳۳: ۱۵، سورۂ ہود ۱۱: ۴۶ اور سورۂ واقعہ ۵۶: ۸۹ وغیرہ سے متعلق روایات ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ۔ فضائلِ قرآن اور معمولاتِ نبوی کے ضمن میں جو احادیث آتی ہیں وہ ہیں سورہ آل عمران کی آخری آیات کے بارے میں روایت، سورہ فتح ۴۸: ۲، سورۂ طور، سورۂ نصر، سورۂ فاتحہ، سورۂ بنی اسرائیل اور سورۂ زمر وغیرہ کے بارے میں روایات۔ واقعات کے پس منظر میں اور استشہاد کے بطور مذکور ہونے والی تفسیری روایات میں سود کی حرمت سے متعلق سورہ بقرہ کی آخری آیات، سورۂ نساء ۴: ۱۲۷، سورۂ مائدہ ۵: ۱۰۳، سورۂ یوسف ۱۲: ۱۸، سورۂ مریم ۱۹: ۲۳، سورۂ عبس ۸۰: ۱۵-۱۶ اور سورۂ علق ۹۶: ۲ وغیرہ شامل کی جاسکتی ہیں۔

بہر حال قلتِ تعداد کے باوجود اچھی خاصی مرویاتِ ازواجِ مطہرات کو حقیقی تفسیر کے اصلی خانے میں رکھا جاسکتا ہے اور ان میں بعض بہت اہم ہیں۔ اتنی اہم کہ ان کے بغیر قرآن فہمی کا خاصا بڑا حصہ ناقص رہ جاتا۔ ایسی اصلی روایات میں سب سے پہلے تو سورہ بقرہ کی وہ مرویات عائشہ صدیقہ ہیں جنھوں نے صفا ومروہ کے سعی وطواف کو یکے از ارکانِ حج قرار دیا۔ ظاہر ہے کہ اس کے بغیر حج ناقص ہوتا۔ خانہ کعبہ کی تعمیر کے بارے میں اسی سورہ کی آیت ۲: ۱۲۷ کی بھی تفسیر ام المومنین بہت اہم ہے اور اسی طرح خانہ کعبہ کے قریب مقام ابراہیم سے متعلق ان کی ایک اور روایت۔ ارکانِ حج سے متعلق ان کی سب سے اہم تفسیری روایت سورہ بقرہ ۲: ۱۹۹ کی ہے کہ وقوفِ عرفات کے بغیر حج کی ادائیگی ہو ہی نہیں سکتی۔ اسی ذیل میں اس سورہ کی آیت ۲: ۲۱۴ کی ان کی تفسیری روایت ہے سورہ بقرہ ہی کی آیت ۲: ۲۳۸ میں نمازِ وسطی سے مراد نمازِ عصر بتانے والی روایت بھی بہت اہم ہے کہ ان کے سوا اور کسی نے اس کو اتنے زور و مضبوطی سے مرفوع نہیں کہا ہے۔ اور سورہ بقرہ کی آخری

آیت ۱۳۴ کی جو تفسیر ان سے مروی ہے وہ بھی انسان کو اپنے اللہ سے تعلق و ربط استوار کرنے اور پاکیزہ زندگی گذارنے کے لیے بہترین تفسیر اور لائحۂ عمل فراہم کرتی ہے۔ اسی طرح اس سورہ کی آیت ۲۲۳ سے متعلق تفسیر ام سلمہ انسان کے تعلقاتِ زناشوئی کی صحیح راہ متعین کرتی اور غلط کاری کا سد باب کرتی ہے سورۂ نساء ۳ کی تفسیر عائشہ یتیم لڑکیوں اور ان کے ولیوں کے اسلامی تعلقات متعین کرتی اور ایک صحیح سماجی روایت قائم کرتی ہے۔ اسی طرح آیت ۱۲۸ کی تفسیر ام المومنین نہ صرف حیات نبوی کے ایک اہم باب پر روشنی ڈالتی ہے بلکہ دو یا دو سے زیادہ بیویوں کے حقوق کی اور میاں بیوی کے باہمی تعلقات کی حدبندی و تشریح بھی کرتی ہے۔ عورتوں کے بارے میں حضرت ام سلمہ کی روایاتِ تفسیر شانِ نزول سے متعلق ہونے کے باوجود مرد و زن کے بارے میں صحیح اسلامی نقطۂ نظر کی عکاسی کرتی ہیں۔ اور یہی بات آیتِ تیمم کے بارے میں روایت صدیقہ کے بارے میں کہی جاسکتی ہے۔ سورۂ مائدہ ۶۷ کی تفسیر عائشہ اگر ایک طرف تبلیغِ نبوی کی حقیقت بیان کرتی ہے تو دوسری طرف ان گمراہ فرقوں اور بدعقیدہ طبقوں کی اس بہتان تراشی کی کاٹ کرتی ہے جو عصمتِ انبیاء پر اپنے خیالاتِ باطلہ اور افکارِ فاسدہ کے ذریعہ دانستہ یا نادانستہ حملے کرتے رہتے ہیں۔ جبکہ آیت ۸۹ کی تفسیر ام المومنین اپنے مسلمان بچوں اور بچیوں کی زندگی کو آسان بناتی ہے۔ اور آیت ۶۷ کی تفسیر حیاتِ نبوی اور ۱۰۳ کی روایت حکمِ الٰہی کی تشریح و تعبیر کرتی ہیں۔ سورۂ انعام ۱۰۳، سورۂ نمل ۶۵، سورۂ شوریٰ ۵۱، سورۂ نجم ۱۳، سورۂ تکویر ۲۳ کی آیات کریمہ کی تفاسیر آپ کی رویتِ الٰہی اور علمِ غیب کے بارے میں تمام شبہات کا قلع قمع کرتی ہیں۔ سورۂ اسراء کی آیت ۱۱۰ کی تفسیر تلاوتِ کلام پاک کا صحیح طریقہ بتاتی ہے جبکہ سورۂ انبیاء ۴۷ کی تفسیر ام المومنین ایک مسلم کو صحیح عادلانہ زندگی گذارنے کا اصول فراہم کرتی ہے۔ واقعۂ افک سے متعلق تمام آیات کی تفاسیر نہ صرف حیاتِ نبوی کے کئی اہم واقعات کو روشن کرتی ہیں بلکہ بعض اصولِ زندگی متعین کرتی ہیں۔ پردہ اور تخییر سے متعلق سورۂ نور ۳۱ اور سورۂ احزاب ۲۸ و ۵۳ اور سورۂ تحریم ۵-۱ کی تفاسیر انسانی معاشرت کے اہم قواعد و ضوابط پیش کرتی ہیں اور پاکیزہ زندگی گذارنے کی راہ بتاتی ہیں جبکہ ۵۲-۵۱ حیاتِ نبوی کی ازدواجی حیثیت کا ایک نیا زاویہ قائم کرتی ہیں اور ۵ متبنیٰ کے بارے میں اسلامی اصول بیان کرتی ہے۔ سورۂ احقاف ۱۷ کی تفسیر والدین کے حقوق اور اولاد کے فرائض بتاتی ہے اور آیت ۲۴ عذابِ الٰہی سے انسانِ غافل کو بیدار کرتی ہے اور سورۂ عبس ۶-۱۵ کی تفسیر کم پڑھے لکھے مسلمان کو

رحمتِ الٰہی کا مژدہ سناتی ہے اور قرآن کریم پڑھنے کا طریقہ بتاتی ہے۔ سورۂ علق کی تفسیر ام المومنین وحیِ قرآنی کے نزول کی عقدہ کشائی کرتی ہے اور آخری سورتوں کی تفسیری روایات حیاتِ نبوی کے کئی باب روشن کرتی ہیں اور انسان کو اسوۂ نبوی سکھاتی ہیں۔ اسی طرح فضائل اور قراءات کے بارے میں روایات قرآن مجید کے کئی دوسرے گوشے اجاگر کرتی ہیں۔ مختصر یہ کہ ازواج مطہرات کی تفسیری روایات اپنی قلتِ تعداد کے باوجود کیفیت کے اعتبار سے بہت اہم ہیں اور وہ قرآن فہمی کی کلید فراہم کرتی ہیں۔ احادیث کے مجموعوں میں مذکورہ مرویات امہات المومنین کی بنا پر کوئی غلط رائے قائم نہیں کرنی چاہیئے۔ وہ تو ان کی عظیم الشان اور وسیع قرآنی خدمات کا صرف ایک پہلو ہی پیش کرتی ہیں۔ سیرت و حدیث کی وہ روایاتِ ازواجِ مطہرات جو اس بحث میں قصورِ بشری کے سبب آنے سے رہ گئیں اور تفسیری مجموعوں کی وہ مرویات جن کا سرے سے جائزہ ہی لیا نہیں گیا اور دوسری کتب کی روایتیں جن کا حوالہ بھی نہیں دیا گیا وہ سب اگر جمع کر لی جائیں تو ازواجِ مطہرات کی قرآنی خدمات کا ایک منصفانہ اور صحیح جائزہ لیا جا سکے گا اور اللہ ہی اس کی توفیق ارزانی کرنے والا اور ہمارا ولی ہے۔

حواشی

۳۵ ترمذی، ایضاً، ومن سورۃ الشعراء

نیز ملاحظہ ہو فتح الباری، ہشتم ص ۳۵۲ جنھوں نے بخاری کی اس روایتِ ابی ہریرہ کو مراسیلِ صحابہ میں شمار کر کے یہ دلیل دی ہے کہ حضرت ابوہریرہ مدینہ میں اسلام لائے جبکہ یہ واقعہ مکہ کا ہے اور حضرت ابنِ عباس اس وقت یا تو پیدا ہی نہ ہوئے تھے یا بچے تھے۔ حافظ ابن حجر نے سیرتِ نبوی کے اوائل میں آثارِ نبوی کے باب میں یہ بحث کی ہے کہ ممکن ہے کہ یہ واقعہ دوبار پیش آیا ہو۔ کیونکہ طبرانی کی بیان کردہ روایت ابی امامہ میں یہ تصریح آئی ہے کہ جب یہ نازل ہوئی تو آپ نے اپنے اہل وازواج اور بنو ہاشم کو جمع کر کے ان کو جہنم سے اپنی جانوں کو خریدنے اور اپنی گردنوں کو آزاد کرانے کی کوشش کرنے کی تبلیغ کی اور حضرت عائشہ، حضرت ام سلمہ وغیرہ کو مخاطب کیا۔ انھوں نے بعض اور روایات بھی بیان کی ہے۔

۳۶ بخاری، ایضاً، سورۃ الاحزاب، باب ۴ قولہ: قل لازواجک ان کنتن تردن الحیاۃ الدنیا الخ: باب ۵ قولہ: ان کنتن تردن اللّٰہ ورسولہ والدار الآخرۃ۔ امام بخاری نے حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن کی روایت

کو ان دونوں ابواب میں بیان کیا ہے۔ ان میں تھوڑا اختلاف ہے۔ اول الذکر حدیث مختصر ہے اس لیے ہم نے دوسرے باب کی حدیث لی ہے۔ اول الذکر میں متابعات کا بھی حوالہ نہیں ہے۔ نیز باب ۸۰۲ قولہ: ترجی من تشاء منھن وتؤوی الیک من تشاء الخ (حدیث ۱۸۹۸-۹)۔

ترمذی، ایضا، من سورۃ الاحزاب،

فتح الباری، ہشتم ص۳۶۷ میں یہ بحث کافی مفصل ہے جس میں متعدد روایات کا ذکر ہے۔ ان میں یہ وضاحت بھی ہے کہ ازواج مطہرات نے آپ سے کن چیزوں کا مطالبہ کیا تھا اور آیت کریمہ کے نزول کا سبب و پس منظر کیا تھا۔ نیز ص۳۷۲ ملاحظہ ہو۔

ساعاتی، الفتح الربانی، جلد ۱۸، ص۲۳۶ باب یا ایھا النبی قل لازواجک الخ؛ باب انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت۔ نیز ص۲۴۲ باب ترجی من تشاء منھن الخ؛

۳۷ بخاری، ایضا، سورۃ الاحزاب، باب ۸۰۵ قولہ: لاتدخلوا بیوت النبی الخ؛ باب ۸۰۶ قولہ: ان تبدوا شیئا او تخفوہ الخ

فتح الباری، ہشتم ص۳۷۳ مزید تفصیلی مباحث کے لیے ملاحظہ ہو۔ حضرت ابو القعیس کے بھائی حضرت افلح کے بارے میں وارد ہونے والی حضرت عائشہ کی حدیث پر مفصل کلام کتاب الرضاع میں کیا گیا ہے۔

۳۸ ترمذی، ایضا، من سورۃ الاحزاب۔

بخاری، ایضا، سورۃ الاحزاب، باب ۷۹۹ قولہ: ادعوھم لآبائھم: حدیث ابن عمر؛ باب ۸۰۰ قولہ: وتخفی فی نفسک ما اللہ مبدیہ الخ: حدیث انس؛ نیز ملاحظہ ہو فتح الباری، ہشتم ص۳۶۶ اور ص۳۷۰-۳۷۲

ساعاتی، الفتح الربانی، جلد ۱۸، ص۲۴۰

۳۹ ترمذی، ایضا، ومن سورۃ الاحزاب۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے عورتوں کے حلال یا حرام ہونے کے لیے ملاحظہ ہو مترجم بدیع الزماں کا تبصرہ۔ جلد دوم ص۵۴۱-۵۴۰۔

بخاری، کتاب المغازی، باب ۲۹۷ غزوۃ الخندق وھی الاحزاب (حدیث ۱۲۷۲)؛ مسلم، کتاب التفسیر، غزوۃ الخندق (حدیث ۱۰۰۵)

ساعاتی، الفتح الربانی، جلد ۱۸، ص۲۴۴ باب لایحل لک النساء من بعد؛ حضرت زینب سے

آپ کی شادی اور دوسرے امور متعلقہ کے لیے حضرت انس وغیرہ کی روایات کے لیے ملاحظہ ہو صفحہ ۲۴۵ باب یا ایھا الذین آمنوا لاتدخلوا الخ۔ اسی باب میں امام احمد نے حضرت عائشہ کی سند پر آیت حجاب کا نزول اور حضرت سودہ اور حضرت عمر کے درمیان ہونے والے مکالمہ سے متعلق تفسیری روایت بھی بیان کی ہے۔

۴۰ھ بخاری، ایضاً، سورۃ الاحقاف، باب ۸۴۱ قولہ: والذی قال لوالدیہ اف لکما الخ۔

فتح الباری، ہشتم صفحہ ۴۰۷ نے مروان بن حکم کے خطبہ کے مزید الفاظ وعبارات اور حضرت عائشہ کی تردیدی کلمات وتنقیدات کا ذکر دوسری روایتوں کی بنیاد پر کیا ہے۔ آیت کریمہ کی مختلف شان ہائے نزول بھی بیان کی ہیں ان میں سے بعض پر کلام کیا جا سکتا ہے جس کا یہاں موقع نہیں لیکن یہ کہنا ضروری ہے کہ بعض روایات کتاب وسنت کی صریح مخالف ہیں جو شیعی اثرات کے بنا پر در آئی ہیں اور جن میں سے ایک کا حوالہ حافظ ابن حجر نے خود حضرت ابوبکر کے بارے میں دیا ہے۔ انھوں نے مقاتل بن سلیمان کی تفسیر کے حوالے سے کہا ہے کہ مفسر مذکور کو حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر کے بارے میں اس آیت کریمہ کے اترنے کا جزم ویقین تھا اور اسی طرح انھوں نے بیان کیا ہے۔

۴۱ھ بخاری، ایضاً، باب قولہ: فلما راوہ عارضا مستقبل اودیتھم الخ

فتح الباری، ہشتم صفحہ ۴۰۸ نے امام مسلم کی بھی ایک روایت اور دوسرے شواہد کا بھی ذکر کیا ہے۔

۴۲ھ ترمذی، ایضا، ومن سورۃ الاحقاف۔

فتح الباری، ہشتم صفحہ ۴۰۹ نے ترمذی کی اس روایت کا ذکر نہیں کیا ہے۔

ساعاتی، الفتح الربانی، جلد ۱۸، صفحہ ۲۷۱ باب فلما رأوہ عارضا الخ

۴۳ھ بخاری، ایضاً، سورۃ الفتح، باب ۸۴۲ قولہ: لیغفرلک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر الخ۔

فتح الباری، ہشتم صفحہ ۴۱۳ نے رکوع سے قبل آپ کے کھڑے ہو کر پڑھنے اور پھر رکوع کرنے کی کئی روایات کی بنا پر تصریح کی ہے کہ آپ تیس چالیس آیات کے بقدر پہلے کھڑے ہو جاتے تھے اور ان کو کھڑے ہو کر پڑھتے اور پھر رکوع کرتے۔ ان میں سے دو روایات حضرت عائشہ سے ابوسلمہ بن عبدالرحمن اور عمرہ نے نقل کی ہیں اور مسلم نے ایک عبداللہ بن شقیق سے۔

۴۴ھ بخاری، ایضا، سورۃ الطور، باب ۸۵۹ قولہ: والطور۔ امام احمد وامام ترمذی کے ہاں مذکورہ سورتوں کی

تفسیر ملاحظہ ہو۔

فتح الباری، ہشتم صفحہ ۴۲۶ نے یہ تاویل کی ہے کہ حضرت ام سلمہ اتنی ضعیفہ (کمزور) تھیں کہ پیدل چل کر طواف نہیں کر سکتی تھیں اور اس کی شرح کتاب الحج میں بیان کی ہے۔

۴۵ بخاری، ایضاً، سورۃ النجم، باب ۸۶۰ (والنجم) حدیث ۱۹۶۳ اور حدیث ۱۹۶۴-۵ حدیث عبداللہ بن مسعود۔ ۱۹۶۶ حدیث ابن مسعود میں ہے آپ نے سبز رفرف کو دیکھا تھا جس نے افق کو ڈھانپ رکھا تھا۔ یہ تفسیر لقد رای من آیات ربہ الکبریٰ کی بیان ہوئی ہے بعلقمہ کے واسطے سے۔

امام ترمذی، ایضاً، سورۃ النجم۔ علماء کی رویت باری تعالیٰ کے بارے میں بحث مترجم مولانا وحید الزماں کے تبصرہ پر مبنی ہے۔

فتح الباری، ہشتم صفحہ ۴۳۲-۴۲۹ نے ترمذی کی روایت کے تفصیلی قصہ کے حوالہ سے اس پر کافی مدلل کلام کیا ہے انھوں نے حضرت عائشہ کی حدیث میں عدم رویت الٰہی کے دلائل فراہم کیے ہیں اور مخالف نقطۂ نظر رکھنے والے صحابہ کا خیال بھی پیش کیا ہے۔ ساعاتی، الفتح الربانی، جلد ۱۸، صفحہ ۲۸۹ باب وھو بالافق الاعلیٰ۔

۴۶ بخاری، ایضاً، باب ۸۶۲ ومناۃ الثالثۃ الاخری

فتح الباری، ہشتم صفحہ ۴۳۲ میں مختصر حوالہ ہے۔

۴۷ بخاری، ایضاً، سورۃ القمر، باب ۸۶۹ سیھزم الجمع ویولون الدبر

فتح الباری، ہشتم صفحہ ۴۳۵۔ حضرت ابن عباس کی اسی آیت سے متعلق روایت کو بوجوہ معلوم مرسلات ابن عباس میں سے قرار دیا ہے۔

۴۸ بخاری، ایضاً، سورۃ الممتحنۃ، باب ۸۸۴ اذا جاءکم المومنات مہاجرات؛ ترمذی، ایضاً، سورۃ الممتحنۃ

فتح الباری، ہشتم صفحہ ۴۴۹-۵۰ نے متعدد روایات دی ہیں اور بیعت نبوی کا طریقہ بتایا ہے۔ نیز ملاحظہ ہو صفحہ ۴۵۱-۳

ساعاتی۔ الفتح الربانی جلد ۱۸، صفحہ ۲۹۲ باب فیومئذ لا یسئل عن ذنبہ انس ولا جان الخ؛

صفحہ ۳۰۲-۳ باب یا ایھا النبی اذا جاءک المومنات الخ

۴۹ بخاری، ایضاً، سورۃ التحریم، باب ۹۰۰ سورۃ التحریم، باب ۹۰۱ تبتغی مرضاۃ ازواجک؛ باب ۹۰۲ واذ اسر النبی الی بعض ازواجہ باب ۹۰۳ ان تتوبا الی اللہ فقد صغت قلوبکما الخ

ترمذی، ایضاً، ومن سورۃ التحریم۔ سورۂ تحریم میں امام ترمذی کے ہاں یہی واحد تفسیری روایت ہے جو حسن صحیح غریب ہے۔

فتح الباری، ہشتم ص۸۳-۶۲۴ نے کئی روایات کی بنا پر بحث کرنے کے بعد مفصل و مدلل کلام کے لیے کتاب الطلاق میں اپنی بحث سے رجوع کرنے کا حوالہ دیا ہے اور حضرت حفصہ اور حضرت عائشہ کے "مظاہرہ" کے لیے کتاب النکاح کا حوالہ دیا ہے۔

ساعاتی، الفتح الربانی، جلد ۱۸، ص۳۱۸-۳۱۹ باب یا ایھا النبی لم تحرم ما احل اللہ لک۔ امام احمد نے بھی حضرت ابن عباس کی مفصل روایت مذکورہ بالا نقل کی ہے۔

۵۰ بخاری، ایضاً، باب ۹۲۷ عبس۔ نیز دوسری سورتوں کے ابواب بھی ملاحظہ ہوں۔

ترمذی، ایضاً، ومن سورۃ عبس۔

فتح الباری، ہشتم ص۸۸۹-۸۸۸ نے ترمذی، حاکم، ابن حبان، عبدالرزاق، ابن مردویہ وغیرہ کی روایات کی بنا پر اس سورہ کی شانِ نزول بیان کی ہے اور اس میں کئی روایاتِ عائشہ کا ذکر ہے۔

۵۱ بخاری، ایضاً، باب ۹۳۱ اذا السماء انشقت؛ ترمذی، ایضاً، ومن سورۃ اذا السماء انشقت۔

فتح الباری، ہشتم ص۴۹۳ نے تین اسانید سے حدیثِ متعلقہ کے مروی ہونے اور ان کے متون کے مختلف ہونے کا ذکر کیا ہے اور اس کے ساتھ کتاب الرقاق اور کتاب العلم میں مزید بحث سے رجوع کا حوالہ موجود ہے۔

ساعاتی، الفتح الربانی، جلد ۱۸، ص۳۲۴ باب فسوف یحاسب حسابا یسیرا۔

۵۲ بخاری، ایضاً، باب ۹۴۸ اقرا باسم ربک الذی خلق (طویل حدیث نمبر ۲۰۶۴)؛ باب ۹۴۹ خلق الانسان من علق (حدیث ۲۰۶۵-۲۰۶۶)

فتح الباری، ہشتم ص۵۰۵-۵۱۲ نے اس پر بہت مفصل بحث کی ہے۔

الساعاتی، الفتح الربانی، جلد ۱۸، ص۳۴۷ باب اول ما نزل من القرآن۔

۵۳ بخاری، ایضاً، باب ۹۶۲ انا اعطینٰک الکوثر

فتح الباری، ہشتم ص۵۱۶

ساعاتی، الفتح الربانی، جلد ۱۸، ص۳۳۵ باب تفسیرہا وصفۃ الکوثر

۵۴ بخاری، ایضاً، باب ۹۶۴ اذا جاء نصر اللہ (حدیث نمبر ۲۰۷۷)؛ ساعاتی، الفتح الربانی، جلد ۱۸، ص۳۴۱

باب ماجاء فی فضلہا و تسبیح النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعد نزولہا۔

فتح الباری، ہشتم ص۵۱۹ نے ابن مردویہ کی ایک اور روایت ام المومنین کا ذکر کیا ہے جس میں کچھ اضافے ہیں :
میری امت میں ایک علامت ہے اسے جب میں دیکھوں تو میرے رب نے مجھے حکم دیا ہے کہ سبحان اللہ وبحمدہ واستغفر اللہ واتوب الیہ زیادہ پڑھا کروں۔ بلاشبہ میں نے اللہ کی مدد اور فتح مکہ دیکھ لی ہے اور لوگوں کو اللہ کے دین میں داخل ہوتے ہوئے دیکھ لیا ہے۔ اس کے بعد ابن القیم کی زاد المعاد کا بھی ایک حوالہ آپ کے استغفار کے لیے دیا ہے۔

۵۵ ترمذی، ایضا، ومن سورۃ المعوذتین۔ ساعاتی، الفتح الربانی، جلد ۱۸، ص۳۵۰ باب ماجاء فی فضلہا وتفسیرھا۔

دوسری صورتیں جن میں ام المومنین کی روایات کا حوالہ وذکر نہیں ہے انھیں کے ابواب کے تحت امام احمد، امام بخاری اور امام ترمذی کے ہاں ملاحظہ ہوں۔

فتح الباری، ہشتم ص۵۲۴ اور ص۵۲۶ پر دونوں سورتوں کے لیے الگ الگ فصل قائم کی ہے۔
سورۂ فلق کے ضمن میں حضرت عائشہ کی روایت ترمذی اور حاکم کے حوالہ سے نقل کی ہے جبکہ آخری سورہ کے ضمن میں ام المومنین سے کوئی روایت نہیں لی ہے۔
نیز ملاحظہ ہو ص۵۲۶ جہاں حافظ موصوف نے کتاب التفسیر کی کل احادیث مرفوعہ اور احادیث احکام کی تعداد کا ذکر کیا ہے۔ ان سے اہم ان کا مختلف احادیث کا تجزیہ ہے۔

۵۶ بخاری، فضائل القرآن، باب ۹۷۳ کیف نزول الوحی الخ

فتح الباری، نہم ص

۵۷ بخاری، ایضا، باب ۹۷۵ جمع القرآن

۵۸ بخاری، ایضا، باب ۹۷۸ تالیف القرآن

۵۹ بخاری، ایضا، باب ۹۷۹ کان جبریل یعرض القرآن علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم

۶۰ ترمذی، ابواب فضائل القرآن، باب ماجاء فی فضل قارئ القرآن۔

احمد عبدالرحمن البنا الساعاتی، الفتح الربانی لترتیب مسند الامام احمد بن حنبل الشیبانی، قاہرہ ۱۳۷۵ھ، جلد ۱۸ کتاب فضائل القرآن وتفسیرہ واسباب نزولہ، باب فضل قراءۃ القرآن والتعدیہ والعمل بمافیہ ص۱۳

۶۱؎ ترمذی، ایضا، باب ماجاء فی من قرأ حرفا من القرآن ماله من الاجر۔

الساعاتی، الفتح الربانی، باب ماجاء فی فضل القرآن والاعتصام به۔ جلد ۱۸، ص ۶

۶۲؎ ترمذی، ایضا، باب ماجاء کیف کانت قراءۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ابواب القراءات عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الساعاتی، الفتح الربانی، ۱۸، ۱۸ باب ماجاء فی ترتیل القراءۃ و قراءۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم؛

باب ماجاء فی البسملۃ قبل القراءۃ وفضلها۔

امام ترمذی نے مذکورہ بالا روایت کو حدیث غریب کہا ہے اور اس کی اسناد پر کلام کیا ہے مگر امام احمد کی روایات سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ موخر الذکر میں فرق یہ ہے کہ ترتیل کے لفظ و معنی کے لیے کوئی لفظ نہیں ہے بس آخر میں راوی نے ترتیل کا ذکر کر کے وضاحت کی ہے اور دوسرے یہ کہ امام احمد کی روایت میں مالک یوم الدین کی آیت کا حوالہ نہیں ہے جبکہ دوسرے باب میں امام احمد نے یہی روایت حضرت ام سلمہ سے مذکورہ بالا حدیث کے مطابق بیان کی ہے مگر اس اضافہ کے ساتھ کہ اس میں سورہ فاتحہ کی تین آیات کریمہ سے پہلے بسملہ کا بھی ذکر ہے۔

۶۳؎ بخاری، جامع صحیح، کتاب التفسیر، باب ۹۷۰ انزل القرآن علی سبعۃ احرف۔ حدیث نمبر ۲۰۹: ابن عباس، نزول قرآن بر سبعہ احرف۔ حدیث نمبر ۲۱۰: مسور بن مخرمہ و عبدالرحمن بن عبد القاری کی روایت: سورہ فرقان کے بارے میں قرأت عمر بن خطاب اور قرارت ہشام بن حکیم کا اختلاف، دونوں میں نزاع، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مراجعت، دونوں قراءتوں کی تصدیق و تعلیم نبوی۔

حدیث نمبر ۲۱۱۳: ابن عباس: حضرت ابی بن کعب سب سے بڑے قاری ہیں لیکن ہم ان کی بعض قرارت (لحن) کو چھوڑ دیتے ہیں۔ حضرت ابی فرماتے ہیں کہ میں نے اسکو رسول اکرمؐ کی زبانِ مبارک سے سنا اور حاصل کیا ہے تو میں اسے کسی شے کے لیے نہیں چھوڑوں گا۔ اس کے بعد انھوں نے آیت تلاوت کی ماننسخ من آیۃ او ننسها نات بخیر منها او مثلها۔ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں امام بخاری نے بھی یہ روایت ابی بن کعب نقل کی ہے ملاحظہ ہو: باب قوله ماننسخ من آیۃ الخ؛ فتح الباری، ہشتم ص ۱۱۸

ترمذی، ابواب القراءت، باب ماجاء ان القرآن انزل علی سبعۃ احرف: حدیث ابی بن کعب: حضرت جبریل سے رسول اللہؐ کی اپنی امی امت کے بارے میں وضاحت کی کہ وہ کتاب پڑھنا نہیں جانتی ان کا جواب کہ قرآن سبعۃ احرف (سات حروف) پر نازل کیا گیا ہے۔

۲۔ مسور بن مخرمہ اور عبدالرحمٰن بن عبدالقادر کی مذکورہ بالا بخاری کی روایت۔

۳۔ امام ترمذی نے اول حدیث کے فائدہ میں وضاحت کی ہے کہ اس باب میں حضرات عمر، حذیفہ بن الیمان، ابوہریرہؓ، ام ایوب، سمرہ بن جندب، ابن عباس، ابوجہم بن حارث اور ابی بن کعب سے بھی روایت کی گئی ہے۔

۶۴ـہ ترمذی، ایضاً، ابواب القراءات۔

ساعاتی، الفتح الربانی جلد ۱۸، ص ۱۲۸، باب قال یا نوح إنه ليس من اهلك الخ

۶۵ـہ ترمذی، ایضاً۔ ساعاتی، الفتح الربانی، جلد ۱۸، ص ۲۹۶ باب فروح وریحان۔

۶۶ـہ مسلم، جامع صحیح، کتاب التفسیر، حدیث ۱۳/۱۲۔ اردو ترجمہ از سید رئیس احمد جعفری ندوی، شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور ۱۹۵۸ء، دوم ص ۲۰۵۰، کے اپنے حاشیہ ص ۱۶ میں قاضی عیاض کی رائے گرامی اس حدیث عائشہ کے وقت کے بارے میں اور مذکورہ آیت قرآنی کے بارے میں حوالہ تو دیتے ہیں لیکن آیت کریمہ چھوڑ دیتے ہیں اور اسی طرح امام مالک کا فتویٰ سبِ صحابہ کے بارے میں بھی بیاض کی نذر ہو گیا ہے۔

ادارہ علوم القرآن کی تازہ پیش کش

صفحات ۳۲۰

قرآنی مقالات

قیمت عام ایڈیشن ۶۰/-
لائبریری ایڈیشن ۸۵/-

موقر رسالہ "الاصلاح" میں نصف صدی پیشتر شائع شدہ نایاب مقالات کا ایک نادر انتخاب

جس میں
≠ فلسفۂ نظم قرآن اور قرآن مجید کی ترجمانی کے اصول بتائے گئے ہیں۔
≠ بعض مشکل قرآنی آیات کی دل نشین تشریح کی گئی ہے۔
≠ بعض قرآنی مباحث پر اہم تحقیقاتی مضامین شامل ہیں۔
≠ اقسام القرآن کے سلسلہ میں افکار فراہی کی مدلل ترجمانی کی گئی ہے
≠ قرآنی تعلیمات: تقویٰ، خلوص اور مومن کی مطلوبہ صفات بیان کی گئی ہیں۔

ادارہ علوم القرآن، پوسٹ بکس نمبر ۹۹، سرسید نگر، علی گڑھ ۲۰۲۰۰۲